جذبۂ امومت ہے باعث تطہیر امم

ڈاکٹر فوزیہ فیاض/ ڈاکٹر مشتاق عادل

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں
شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشت خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی درج کا در مکنوں[1]

اقبال محض شاعر نہیں بلکہ مفکر بھی تھے اور دانشور بھی۔ ان کے افکار ان کی پختہ اور پائیدار سوچ کی عکاسی کرتے ہیں۔ ہر دور میں ان کے افکار و نظریات امت مسلمہ کے لیے مشعل راہ ہیں۔ کیونکہ اپنی فکر قرآن سے حاصل کی تھی وہ اسلامی دستور حیات کے زبردست حامی تھے۔ وہ تنگ نظر نہیں بلکہ وسیع النظر شاعر تھے۔ اسلام انسانیت کا نجات دہندہ اور ایسا عالمگیر راستہ ہے جس پر چل کر انسان فلاح و کامرانی حاصل کرتا ہے۔[2] بحیثیت مجموعی ان کی شاعری کا موضوع ''امت مسلمہ'' ہے۔ اسی لیے اقبال کی شاعری میں جہاں مرد مومن کا تصور ملتا ہے وہیں خاتون اسلام کا بیمثال اور منفرد تصور بھی ہمارے سامنے آتا ہے۔ اقبال کے افکار نےجہاں امت مسلمہ کی تربیت و تطہیر کا بار عظیم ماؤں پر ڈالا وہیں ان کے جذبہ امومت کے تقدس کے لئے ماؤں کی سیرت و کردار کو بھی اہمیت دی۔[3] وہ نوجوان نسل کی کردار سازی اور شخصیت کی تعمیر کی ذمہ داری ماں پر ڈالتے ہیں اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ذات کو مسلمان عورتوں کے لیے بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اس لیے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مثال کو مسلمان خواتین کے سامنے رکھتے۔

مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوۂ کامل بتول
آں ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گرداں و لب قرآں سرا[4]

اقبال عورت کو بلند مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور دختران ملت کے لیے ایسا طرز حیات پسند کرتے ہیں جو قرون اولیٰ میں مسلمان خواتین کا تھا۔ وہ خواتین احساس ذمہ داری اور عصمت وعفت کے ساتھ نہ صرف اپنی اولاد کی تربیت کرتیں بلکہ زندگی کی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیتیں۔[۵] اقبال عورت کو معاشرے میں متحرک فرد کے طور پر دیکھنے کی خواہش کرتے ہیں مگر اسے شمع محفل بنانا پسند نہیں کرتے تھے وہ عورت کو چراغ خانہ بنانا چاہتے تھے۔[۶] وہ عورت کی تشہیر کے مخالف تھے۔ ان کے خیال میں عورت کے حسن و جمال کا ذرائع ابلاغ میں استعمال نہ صرف اس کے وقار کے منافی ہے بلکہ ادب کی بلندی کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔[۷]

چشم آدم سے چھپاتے ہیں مقامات بلند
کرتے ہیں روح کو خوابیدہ، بدن کو بیدار
ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ بے چاروں کے اعصاب پر عورت ہے سوار[۸]

اقبال کے افکار میں آزادی نسواں کا تصور

اقبال عورت کو ایسے مقام پر دیکھنے کے خواہاں تھے جہاں وہ وقار کے ساتھ معاشرے میں مردوں کے شانہ بشانہ فرد کی تربیت سازی میں اپنا کردار ادا کرے۔ وہ آزادی نسواں کی آڑ میں مغربی آزاد خیالی کے سخت خلاف تھے۔ وہ اس حقیقت سے واقف تھے کہ آزادی نسواں کے نام پر مغربی ایجنڈا یہ ہے کہ بے حیائی اور بے راہ روی کو عام کیا جائے۔[۹] اس کی وجہ یہ تھی کہ اقبال بچشم خود یورپ کی تہذیب اور معاشرت کا مشاہدہ کر چکے تھے وہ مغربی تہذیب کے کھوکھلے پن سے بھی آگاہ تھے اور جانتے تھے کہ اسلامی تہذیب کے مقابلے میں مغربی تہذیب کی ظاہری چکا چوند ایک فریب ہے۔[۱۰] لہٰذا وہ امت مسلمہ اور بالخصوص خواتین کے لیے مغربی تہذیب و تمدن کو زہر قاتل سمجھتے تھے۔ یورپ میں تین سالہ قیام کے دوران انھوں نے مغربی علوم وفلسفہ کا بغور مطالعہ کیا۔ اگرچہ وہ مغرب کی معاشرتی و تمدنی اور تخلیقی و صنعتی کاوشوں کے معترف تھے مگر انہیں اندیشہ تھا کہ کہیں امت مسلمہ اس مشینی ترقی کے ظاہری طمطراق کے فریب میں نہ آجائے۔ انھوں نے اپنے ایک خطبہ میں اس خدشے کا اظہار کیا:

> Our only fear is that the dazzling exterior of European culture may arrest our movement and we may fail to reach the true inwardness of that culture.[۱۱]

ڈاکٹر اسرار احمد ’’dazzling exterior‘‘ کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے مراد مغربی تہذیب کے خارجی مظاہر ہیں جس نے حریت نسواں اور مساوات مرد و زن کی آڑ میں مرد کو نامرد اور زن کو

نازن بنا کر عائلی نظام کی مقدس چار دیواری کو منہدم کر دیا ہے۔[۱۲] مغربی تہذیب سے متعلق اقبال کہتے ہیں:

یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبر، یہ حکومت
پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیم مساوات
بے کاری و عریانی و مے خواری و افلاس
کیا کم ہیں، فرنگی مدنیت کے فتوحات[۱۳]

اقبال مغرب کی ملحدانہ مادہ پرستی اور وطنی قومیت کے تفاخرانہ احساس سے بخوبی واقف ہو چکے تھے۔ اگر چہ ہمیشہ ان کی شخصیت میں مذہب ایک بنیادی اور قومی عنصر کے طور پہ موجود رہا تھا۔ انھوں نے یورپ کے مخالفانہ ماحول میں بھی اسلامی تہذیب و تعلیم کے ساتھ اپنی وابستگی قائم رکھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ نوجوان نسل کی تربیت کے لیے جذبہ امومت کی اہمیت پر زور دیتے اور ماں کی عفت اور پاکدامنی کو قوموں کی ترقی و عروج کے لیے لازم وملزوم قرار دیتے۔ وہ ماؤں کو پیغام دیتے ہیں کہ اپنے بیٹوں کو مغربی تہذیب سے دور رکھیں۔[۱۴]

ہوشیار از دست برد روزگار
گیر فرزندان خود را در کنار[۱۵]

وہ مغربی معاشرے پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مغرب نے دیگر معاشرتی برائیوں کے ساتھ ساتھ عورت کی بے راہ روی کو بھی اپنا شعار بنالیا ہے۔ اور اپنی عیش پرستی اور جنسی بے راہ روی کے لیے عورت کو گھر سے باہر نکال کر اسے آزادی نسواں کا نام دیا ہے۔ اور امومت پر کاری ضرب لگاتے ہوئے مغربی خاندانی نظام کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا اور آج بن بیاہی مائیں اور مجہول النسب بچے مغرب کی پہچان ہیں۔[۱۶]

ہو فکر اگر خام تو آزادی افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ[۱۷]
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے بے چارہ زن شناس نہیں[۱۸]

وہ جانتے تھے کہ آزادی نسواں کے روپ میں مغرب کا پروپیگنڈہ مسلمان عورت کے لیے مشکلات پیدا کر دے گا جس کی وجہ سے عورت کا جذبہ امومت ختم ہو کر رہ جائے گا اور ماں کی ممتا کمزور پڑ جائے گی۔[۱۹]

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
روش مغربی ہے مدنظر
وضع مشرق کو جانتے ہیں گناہ[۲۰]

اقبال عورت کے لیے ایسی آزادی کے حق میں تھے جس میں عورت کو حصول علم کے یکساں مواقع میسر ہوں۔ اسے معاشرے کی سرگرمیوں میں شمولیت کا پورا حق ہو۔ اور وہ شرعی اور قانونی طور پر اپنے حقوق کے حصول کی مجاز ہو۔ وہ اسلام میں عورت کو دیے گئے مقام و مرتبے کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور بطور تفاخر اس بات کو اپنے خطبات میں بیان کرتے نظر آتے ہیں۔ ۱۱؍ جون ۱۹۳۲ء کو وہ اپنے ایک جلسے میں اٹلی کے ایک معروف محقق اور مؤرخ پرنس کائتانی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ اسلامی تاریخ میں گہرا شغف رکھتا تھا اور اسلامی تاریخ کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کرتا تھا اور اسلامی تاریخ میں اپنی گہری دلچسپی کی وجہ یہ بتاتا کہ ''اسلامی تاریخ دنیا کی وہ واحد تاریخ ہےجو عورتوں کو مرد بناتی ہے۔''[۲۱]

اقبال خواتین پر مذہب کے نام پر معاشرتی پابندیاں لگانے کے سخت مخالف تھے۔ وہ خواتین کے لیے اس حق معاشرت کی بھرپور وکالت کرتے ہیں جو انہیں اسلام نے دیا تھا اس کی ایک مثال ۱۹۱۲ء میں طرابلس میں ہونے والی ایک جنگ کے ایک واقعے سے ملتا ہے جس میں مسلمان خواتین مجاہدین کو پانی پلانے پر مامور تھیں۔ اس جنگ میں ایک عرب خاتون فاطمہ بنت عبداللہ زخمیوں کو پانی پلاتے ہوئے شہید ہوگئی اس پر اقبال کا دل خون کے آنسو رویا انھوں نے اپنی شاعری میں زبردست انداز میں اس شہیدہ کو خراج تحسین پیش کیا۔[۲۲] اقبال کا قلم گویا ہوا

فاطمہ تو آبروئے امت مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشت خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حور صحرائی تیری قسمت میں تھی
غازیان دیں کی سقائی تیری قسمت میں تھی
فاطمہ گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے[۲۳]

اقبال کے نزدیک فاطمہ امت مسلمہ کا گوہر نایاب تھی، اس کا یہ کارنامہ پوری امت کی ماؤں کے لیے مشعل راہ ہے۔ اقبال کی شاعری میں اس واقعے کے حوالے سے ہمیں امت کی وحدت کا اشارہ ملتا ہے۔ انھوں نے فاطمہ کو طرابلس نہیں بلکہ پوری قوم کی بیٹی کہا ہے۔

اقبال کے افکار میں مساوات مرد و زن کا تصور

اقبال اپنی شاعری میں عورتوں کو مردوں کے برابر درجہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرد و زن میں چند چیزوں میں مرد کو عورتوں کو برتری حاصل ہے اور یہ برتری نسلی اور صنفی تفریق کی وجہ سے نہیں بلکہ عورت کی فطری

بناوٹ اور اس کے حقوق و مصالح کی رعایت کے پیش نظر ہے۔ مرد عورتوں کے قوام ہیں۔ "اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ"[۲۴] مگر یہ قوامیت اور نگرانی ایسی چیزیں نہیں جو عورتوں کے حقوق کو پامال کر دے یا اسے مرد کی غلام بنا دے۔ وہ ایک ماں کے لیے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی بھرپور وکالت کرتے اور اسے حیادار و عفت مآب رہنے کی تلقین کرتے۔ وہ اپنی صلاحیتوں اور کارناموں کو اپنی والدہ محترمہ کا فیض نظر بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آداب و اخلاق تعلیم گاہوں سے نہیں بلکہ ماں کی گود سے حاصل ہوتے ہیں۔[۲۵]

اک زندہ حقیقت میرے سینے میں ہے مستور
کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد
نے پردہ، نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی
نسوانیت زن کا نگہباں ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد[۲۶]

اقبال امت مسلمہ کی تطہیر و تربیت کے لیے جذبہ امومت کو لازم سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ اسلامی معاشرے میں عورتوں کو وہی بلند مقام حاصل ہو جو اسلام کی پہچان ہے۔ وہ معاشرے میں ماؤں کے متحرک اور فعال کردار کی ادائیگی کے خواہاں تھے۔ اقبال عورت کے اسلامی حدود و قیود کے اندر رہ کر تعلیم کے حصول کو جائز سمجھتے تھے۔ وہ عورتوں کے لیے مرد کا غلام بننا پسند نہیں کرتے مگر عورتوں کے لیے اسلام میں دی گئی آزادی کے ناجائز استعمال کے بھی مخالف تھے۔[۲۷] وہ اس آزادی کو شرعی حدود و قیود کی پاسداری سے مشروط کرتے کیونکہ ایسی آزادی جو انسان کو مذہب کی پابندیوں سے آزاد کر دے وہ دراصل شیطان کی غلامی ہے اور آج مغرب کی اخلاقی تنزلی و ابتری کی بڑی وجہ مذہب سے بیزاری ہے۔

اس بحث کا کچھ فیصلہ میں کر نہیں سکتا
گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے وہ قند

....

اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش
مجبور ہیں، معذور ہیں، مردان خردمند
کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ
آزادی نسواں یا زمرد کا گلوبند[۲۸]

وہ عائلی نظام میں ماں کے کردار کو مرکزی حیثیت دیتے ہیں۔ وہ عورت کے لیے معاشرتی سرگرمیوں

میں حصہ لینے کی حوصلہ افزائی کرتے مگر عورت کے لیے اپنی فطری شرم وحیا اور نسوانیت کے تقدس کی حفاظت کو بھی ضروری سمجھتے تھے۔ گھریلو امور کی دیکھ بھال اور اولاد کی تربیت کی ذمہ داری وہ ماں پر ڈالتے ہیں۔ اس لیے ان کے افکار و نظریات میں ہمیں ایک ایسی ماں کا تصور ملتا ہے جو عفت و پاکدامنی، اسلامی تعلیم و تہذیب سے آراستہ ہو۔ اقبال عورت کی پاکیزہ سیرت کو معاشرے پر اثر انداز ہوتا دیکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کے پر تو سے حریم کائنات میں روشنی ہے جیسے ذات باری کی تجلی حجاب کے باوجود کائنات پر ہے۔[۲۹]

اقبال چاہتے تھے کہ ماں جذبہ حب دینی سے سرشار ہو کر نئی نسل کی تربیت اسلامی خطوط پر اس طرح کرے کہ وہ اسلامی تہذیب پر چلنے کو اپنے لیے باعث فخر جانیں اور بحیثیت مسلمان اپنا فطری اور حقیقی تشخص برقرار رکھیں۔ وہ مغربی پراگندہ سوچ سے اپنے قلب و نظر کو مکدر نہ کریں۔ اپنے اندر عقابی روح کو بیدار رکھیں تاکہ خودی کے آسمان پر اونچی پرواز کر سکیں۔ وہ نوجوان نسل میں ان صفات کے پیدا کرنے میں ماں کے کردار کو مرکزی حیثیت دیتے ہیں۔

رسوا کیا اس دور کو، جلوت کی ہوس نے
روشن ہے نگاہ، آئینہ دل ہے مکدر
بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے
ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر
آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے
وہ قطرہ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر[۳۰]

ماں کی آغوش میں اقوام کی تقدیر...... اقبال کا فلسفہ

اقبال کی فکر میں قوموں کی تربیت کے آداب و اخلاق درس گاہوں میں نہیں بلکہ ماں کی گود سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ قوموں کی تاریخ، ماضی و حال ماؤں کی سیرت میں مضمر ہے۔ کیونکہ ماں کی پیشانی پر قوم کی تقدیر کا نوشتہ لکھا ہوتا ہے۔ وہ اپنی شاعری کے ذریعے ملت کی عورتوں کو قوم کی تقدیر سازی کی دعوت دیتے ہیں۔ تاکہ ملت کی شام الم صبح بہار میں بدل جائے۔ اس کے لیے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ کی مثال دیتے ہیں کہ انھوں نے قرآن پاک کی برکت سے اپنے بھائی کی تقدیر بدل دی تھی۔

اقبال عائلی نظام میں ماں کا مرکزی کردار سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک جذبہ امومت اصل کے حکم میں ہے۔ اور نسل انسانی کا باغ اسی کے فیض سے تر و تازہ ہے۔ ماں کی گود بچے کی پہلی درس گاہ ہے۔[۳۱] اقبال دنیا کی سرگرمیوں میں ماں کے کردار کو انتہائی مؤثر جانتے تھے۔ ان کے نزدیک ماں ایک انقلاب انگیز شخصیت اور

حیثیت رکھتی ہے۔دوسری طرف جو قومیں ماؤں کی قدر نہیں کرتیں تباہ ہو جاتی ہیں[۳۲] جو اپنی تربیت اور مہر آغوش کی برکت سے اولاد کی زندگی میں روحانی انقلاب پیدا کرسکتی ہے۔اقبال کے نزدیک ماں ہمارے اطوار، گفتار و کردار کی تشکیل کرتی ہے۔وہ ماں کی شفقت کو پیغمبرانہ شفقت سے تعبیر کرتے ہیں اسی لیے خدا نے ماں کے قدموں تلے جنت رکھی ہے۔امومت ایک رحمت ہے اور اسے نبوت سے نسبت ہے۔

آنکہ نازش بر وجود کائنات
ذکر او فرمود با طیب و صلوٰۃ
نیک اگر بینی امومت رحمت است
زانکہ او را با نبوت نسبت است
شفقت او شفقت پیغمبر است
سیرت اقوام را صورت گر است
گفت آن مقصود حرف کن فکاں
زیر پائے امہات آمد جناں[۳۳]

تعظیم امومت پر موقوف ہے تقدیر امم

اقبال قوموں کے عروج کو ماں کی تعظیم سے مشروط قرار دیتے ہیں۔کیونکہ مائیں رمز اخوت کی نگہبان ہوتی ہیں۔اقبال کے افکار کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قوموں کی ترقی کا راز ماں کی تکریم میں ہے۔کیونکہ قرآن و ملت کے حق میں ماؤں کا وجود تقویت کا باعث ہے:

ملت از تکریم ارحام است و بس
ورنہ کار زندگی خار است و بس
حافظ رمز اخوت مادراں
قوت قرآن و ملت مادراں
می تراشد مہر تو، اطوار ما
فکر ما، گفتار ما، کردار ما[۳۴]

ماں کی محبت اور شفقت کو اقبال نے انتہائی جاندار الفاظ اور نرم جذبات میں اپنی ایک نظم ''ماں کا خواب'' میں بیان کرتے ہوئے ہر دل کو رلایا ہے۔وہ اس نظم میں مرحوم بیٹے کی اپنی ماں سے ملاقات کو بیان کرتے

ہیں کہ ماں کا عظیم رشتہ مرنے کے بعد بھی قائم رہتا ہے:

رلاتی ہے تجھ کو جدائی مری
نہیں اس میں کچھ بھی بھلائی مری
یہ کہہ کر وہ کچھ دیر تک چپ رہا
دیا پھر دکھا کر یہ کہنے لگا
سمجھتی ہے تو ہو گیا کیا اسے
ترے آنسوؤں نے بجھایا اسے[۳۵]

اقبال نے فطرت کا عظیم راز فاش کرتے ہوئے بتایا ہے کہ قوموں کی کامیابی و کامرانی ملت کے کردار سے منسلک ہے[۳۶] جو ماؤں کی آغوش کی پروردہ ہے۔ اقبال عورت کو انتہائی عزت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ عورت میری بہن ہے، بیٹی ہے، ماں ہے۔ یہ عورت ہی تو ہے جس کی بدولت میری زندگی کی گہرائیوں سے مقدس ترین آرزوئیں بیدار ہوتی ہیں۔ جب تک عورتوں کی صحیح قدر و قیمت کا احساس نہیں ہوگا۔ حیات ملی نا مکمل رہے گی۔[۳۷]

اقبال کی شاعری امت مسلمہ کی ماؤں کے لیے ایک پیغام ہے کہ وہ نوجوان نسل کی تربیت و تطہیر کا اہتمام اس انداز سے کریں کہ ان کے اندر فقر و درویشی، عزم بلند، جرأت رندانہ، متاع تیموری، اور مردان جفاکش جیسی صفات پیدا ہو جائیں۔ وہ ماؤں کو پیغام دیتے ہیں کہ وہ اولادِ نسل کو مغربی تہذیب کی سحر انگیزی سے بچائیں۔ تا کہ انکا مذہبی اور قومی تشخص برقرار رہے۔ آج اس دور میں اقبال کے افکار پر عمل پیرا ہونے کی اشد ضرورت ہے۔ آج بھی اقبال کی شاعری اس پر آشوب دور میں امید نو کی کرن پیدا کرتی ہے۔ اور ماؤں کے جذبہ امومت کو جلا بخشتی ہے۔ اقبال پر امید ہیں کہ ماں کی مقدس آغوش امت مسلمہ کے جوانوں کی عقابی روح کو بیدار کرے۔ تا کہ وہ آسمان کی رفعتوں میں اپنی منزل کو تلاش کر سکیں۔

سمجھے گا زمانہ تری آنکھوں کے اشارے
دیکھیں گے تجھے دور سے گردوں کے ستارے
ناپید ترے بحر تخیل کے کنارے
پہنچیں گے فلک تک تری آہوں کے شرارے[۳۸]

❁...❁...❁

حوالہ جات وحواشی

۱- اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال اُردو، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۶۰۶

۲- غلام احمد پرویز، اقبال اور قرآن، طلوعِ اسلام ٹرسٹ، لاہور، ۱۹۹۶ء، ج ۱، ص ۲۰۵

۳- اسرار احمد، ڈاکٹر، علامہ اقبال اور ہم، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، ص ۵۲

۴- اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال فارسی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص......

۵- قاسم محمود، سید، پیامِ اقبال، ص ۲۴۳

۶- ہاشمی، رفیع الدین، ڈاکٹر، علامہ اقبال: شخصیت اور فکر و فن، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۵۳

۷- قاسم محمود، سید، پیامِ اقبال، ص ۲۴۳

۸- اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۶۴۰

۹- ہاشمی، رفیع الدین، ڈاکٹر، اقبالیات: تفہیم و تجزیہ، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۶۹

۱۰- ہاشمی، رفیع الدین، ڈاکٹر، علامہ اقبال: شخصیت اور فکر و فن، ص ۹۱

۱۱- ہاشمی، رفیع الدین، ڈاکٹر، اقبالیات: تفہیم و تجزیہ، ص ۶۹

۱۲- اسرار احمد، ڈاکٹر، علامہ اقبال اور ہم، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، ص ۵۲

۱۳- اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۴۳۵

۱۴- اسرار احمد، ڈاکٹر، علامہ اقبال اور ہم، ص ۱۰۰

۱۵- اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال فارسی، ص......

۱۶- ہاشمی، رفیع الدین، ڈاکٹر، اقبالیات: تفہیم و تجزیہ، ص ۶۹

۱۷- اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۵۸۹

۱۸- ایضاً، ص ۶۰۴

۱۹- قاسم محمود، سید، پیامِ اقبال، ص ۲۲۴

۲۰- اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۳۱۵

۲۱- ہاشمی، رفیع الدین، ڈاکٹر، علامہ اقبال: شخصیت اور فکر و فن، ص ۱۲۳

۲۲- ندوی، ابوالحسن، نقوش اقبال، (مترجم: شمس تبریز خان)، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ص ۲۸۳

۲۳- اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۲۴۳

۲۴- النساء ۴: ۳۴

۲۵- ندوی، ابوالحسن، نقوش اقبال، (مترجم: شمس تبریز خان)، ص ۲۸۴

۲۶- اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۶۰۷

۲۷- ندوی، ابوالحسن، نقوش اقبال، (مترجم: شمس تبریز خان)، ص ۲۸۶

۲۸- اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۶۰۷

۲۹- ندوی، ابوالحسن، نقوش اقبال، (مترجم: شمس تبریز خان)، ص ۲۸۶

۳۰- اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۶۰۵

۳۱- ندوی، ابوالحسن، نقوش اقبال، (مترجم: شمس تبریز خان)، ص ۲۹۱

۳۲- ایضاً، ص ۲۴۳

۳۳- اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال فارسی، ص ۱۴۹

۳۴- ایضاً، ص ۱۵۴

۳۵- اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۶۷

۳۶- نذیر نیازی، سید، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، ص ۲۴۰

۳۷- طیب انصاری، ڈاکٹر، خیالاتِ اقبال، اعجاز پریس، حیدرآباد، ۱۹۹۳ء، ص ۹۶

۳۸- اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۴۵۹